کتاب نما

پاکستان، نفاذِ اسلام اور اقبال: از مظفر حسین۔ ناشر: آل پاکستان ایجوکیشن کانگریس لاہور۔
صفحات: ۸۰۔ قیمت ۲۵ روپے

اسلام، حصولِ پاکستان کی جدوجہد کا ایک بڑا اور غالباً سب سے اہم حوالہ (اور جواز) تھا لیکن نصف صدی گزر جانے کے باوجود، یہاں نفاذِ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا۔ کیوں؟ ہر مخلص اور دردمند پاکستانی مسلمان کی طرح جناب مظفر حسین بھی اسی الجھن سے دوچار ہیں، اور زیرِ نظر مقالے میں انھوں نے افکارِ اقبال کے حوالے سے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مقالہ نگار، موضوعِ زیرِ بحث پر، ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے ہم نوا ہیں، جو سمجھتے تھے کہ پاکستان میں جب بھی اسلام نافذ ہو گا، علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کی بنا پر ہو گا۔ مگر المیہ تو یہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے اب تک عوام و خواص، حکمران و سیاست دان اور شعرا و دانش ور، سبھی علامہ اقبال کے مداح رہے ہیں (حتیٰ کہ بے نظیر بھٹو بھی "اقبال کے اسلام" کو تسلیم کرنے کا اعلان کر چکی ہیں) اس کے باوجود نفاذ اسلام ابھی تک ممکن نہیں ہو سکا، کیوں؟---- جناب مظفر حسین نے اس کی ذمہ داری علما پر عائد کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال بھی مُلّا سے کُلّی طور پر "مایوس، نا امید اور بے زار" تھے۔ فاضل مصنف نے سید ابوالاعلیٰ مودودی کو اقبال کے "فلسفۂ خودی کے ہم نوا علما میں سرفہرست" شمار کرتے ہوئے اسے اسلامی دنیا کی بہت بڑی خوش قسمتی قرار دیا ہے کہ عالمِ اسلام کو "علامہ اقبال کی ہم نوائی میں مولانا مودودی جیسا صاحبِ قلم شارحِ اسلام میسر آیا۔" مگر انھیں مولانا مودودی کے ہاں کچھ ایسی خامیاں اور کوتاہیاں نظر آتی ہیں، جن کی بنا پر مولانا (اور ان کی جماعت) پاکستان میں نفاذِ اسلام کی ناکامی کے "بڑے مجرم" قرار پاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مولانا نے "پاکستان کی کھلم کھلا مخالفت" کی، پھر اسلام کو ایک ایسی "نظریاتی تحریک کی حیثیت" دے دی، جس میں "سیاست کا رنگ بہت گہرا ہے۔" مزید برآں تصوف کے معاملے میں "سردمہری" کا رویّہ اختیار کیا۔

مصنف کے خیال میں جماعتِ اسلامی کے علاوہ دیگر مذہبی جماعتوں نے بھی "جمہوری سیاسی راستے

کو اپنا کر" شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ نفاذِ اسلام کے سلسلے میں وہ دینی سیاسی جماعتوں سے مایوس ہیں، وہ مشورہ دیتے ہیں کہ : "انھیں مولانا امین احسن اصلاحی اور علامہ اقبال کی اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ الگ الگ (بلکہ متحارب) دینی سیاسی جماعتیں بنانے کے بجائے پوری ملت کو "الجماعۃ" قرار دیں، اور پوری ملت کو مقصود بنا کر ہر شخص، اپنی صلاحیت کے مطابق اپنے آپ کو، جس خدمت کا اہل پائے، وہ خدمت انجام دے۔"

ان کا پیش کردہ ایک اہم (غالباً سب سے اہم) نکتہ یہ ہے کہ اسلام کا فروغ و نفاذ "ایک کلچرل تحریک" کے ذریعے ہونا چاہیے۔ ان کے خیال میں مولانا مودودی اور علامہ اقبال میں یہی فرق ہے کہ اول الذکر کی "نظریہ پسندی کی شدت"، "تحریکی شدت پسندی، اور تعبیر اسلام میں سیاسی و نظریاتی کشمکش" کے عنصر کے مقابلے میں، علامہ اقبال کے ہاں، اسلام کی تہذیبی تحریک کا پہلو غالب ہے اور "نفاذ اسلام کے لیے کسی سیاسی تحریک کے مقابلے میں، علامہ اقبال کی زیادہ دلچسپی، نفوذِ اسلام کی کلچرل تحریک سے ہے"۔

بلاشبہ جناب مظفر حسین، اقبال کے متخصص (Specialist) ہیں مگر ہمارے خیال میں ان کی متذکرہ بالا رائے، علامہ کے تصوّرِ اسلام کی صحیح اور مکمل تعبیر پیش نہیں کرتی۔ یہ درست ہے کہ علامہ اقبال نے اسلام کے کلچرل پہلو کے بارے میں پسندیدگی ظاہر کی ہے، لیکن ان کی تعبیر اسلام کو محض "کلچرل تحریک" تک محدود کرنا، اقبال اور فکرِ اقبال سے انصاف نہ ہو گا۔ اقبال، حق و باطل کی کشمکش میں بھرپور طریقے سے حصہ لینے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی کی تعمیری قوتوں کی تنظیم اور شیرازہ بندی کے لیے معرکہ آرائی کا مرحلہ ناگزیر ہے۔ "ستیزہ کاری" عیب نہیں، بلکہ زندگی کا ایک فطری عنصر ہے۔ وہ نوجوانوں کو "خارا شگافی" کے طریقے سکھانا چاہتے ہیں۔ انھیں تشویش ہے کہ ایک طرف تو : "تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیم" مگر دوسری طرف : "کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام" کی افسوس ناک صورت حال نظر آتی ہے۔ اگر ہم اسلام کا نفاذ و نفوذ چاہتے ہیں تو پھر اسلام کے "سیاسی پروگرام" سے اجتناب کرنے یا "تحریکی شدت پسندی" سے الرجک ہونے کی ضرورت نہیں۔ اقبال کا شاہین اپنی راہبانہ فطرت کے باوجود "جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا" کے راستے پر گامزن ہے تاکہ لہو گرم رہے اور اسے وہ قوت و طاقت فراہم ہو، جسے اقبال "قوتِ شبیری" کا نام دیتے ہیں : "زندہ حق از قوتِ شبیری است" اور : "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری"۔

یہاں ایک لمحے کے لیے اس بحث سے قطع نظر کیجیے کہ اقبال کے تصوّرِ اسلام کے اہم اجزا کیا ہیں؟ وہ محض ایک "کلچرل تحریک" ہی سہی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کلچر کیسے نافذ ہو گا؟ قوم کے سامنے

"اسلامی نصب العین اور مقاصد واضح کرنے" اور اس کے اندر "توحید کی تعلیم عام کرنے" کا کام کون انجام دے گا؟ نصابی کتابوں میں عقیدۂ توحید سمونے کی کون اجازت دے گا؟ قوتِ نافذہ کیا ہو گی؟ تعجب ہے کہ قوتِ نافذہ کا مسئلہ مصنف کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔

پاکستان میں نفاذِ اسلام کے ضمن میں ایک اہم سوال یہ ہے (کوئی مورخ اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا) کہ نفاذِ اسلام کے سلسلے میں پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ کا رول کیا رہا؟ مصنف نے لیگ کی میزانِ عمل سے چشم پوشی کی ہے، بلکہ بالواسطہ کئی جگہ اس کی مدح سرائی کی ہے، اور اسے تحفظ فراہم کیا ہے۔ (یہ مقالہ نومبر ۱۹۹۳ اور اس سے متصل ماقبل زمانے میں تحریر کیا گیا تھا۔ مصنف کو مسلم لیگ (ن) کی شکست سے جو شدید صدمہ پہنچا، مقالے پر اس کا واضح اثر موجود ہے۔)

یہاں ایک غلطی کا ازالہ ضروری ہے۔ فاضل مصنف کا یہ کہنا درست نہیں کہ مولانا نے اقبال کے لیے "میرا روحانی سہارا" کے الفاظ استعمال کیے تھے (مظفر صاحب کے ہاں اس کا حوالہ بھی درست نہیں ہے)۔ مولانا نے اقبال کی وفات پر لکھا تھا: "سب سے بڑا مادی سہارا، جس سے مدد کی توقع تھی، اقبال کا سہارا تھا، سو وہ بھی یہاں قدم رکھتے ہی چھین لیا گیا" (ترجمان القرآن، شمارہ محرم ۱۳۵۷ھ)

جناب مظفر حسین کا زیرِ نظر مقالہ بلاشبہ ان کی وسیع مطالعے، دردمندانہ سوچ اور نفاذِ اسلام اور پاکستان کے مستقبل کے بارے میں ان کی فکرمندی کا مظہر ہے، مگر اس کے ساتھ بعض معاملات میں ان کے مغالطہ انگیزیوں، تضادات اور غلط اندیشیوں کا مرقع بھی ہے۔ آپ اسے پاکستانی دانشوری کا عبرت انگیز المیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

اقبالیات، درسی کتب میں از شاہد اقبال کامران۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات ۲۴۰۔ قیمت درج نہیں۔

زیرِ نظر کتاب ایک تحقیقی رپورٹ ہے، جسے ایم فل اقبالیات کی ڈگری کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اس میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ پاکستان کے تعلیمی (خصوصاً سرکاری) اداروں میں مختلف سطحوں پر علامہ اقبال کی تحریریں کس حد تک نصابات میں شامل ہیں اور ان کا مطالعہ کس انداز میں اور کن زاویوں سے کیا جا رہا ہے۔ اس جائزے سے پتا چلتا ہے کہ اقبال کے حالات اور ان کی شاعری کی تعلیم و تدریس پہلی جماعت سے ایم فل اردو تک کے تعلیمی نصابات میں شامل ہے اور مختلف مضامین کی درسی کتابوں میں، اقبال کا تذکرہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اقبال کا سب سے زیادہ ذکر صوبہ بلوچستان کی نصابی کتابوں میں اور سب سے کم پنجاب کے نصابات میں ملتا ہے۔ بعض نصابی کتابوں میں متحدہ قومیت،

اسلامی قومیت، نظریۂ پاکستان یا تعلیم کے مباحث میں اقبال کا ذکر سرے سے موجود ہی نہیں یا اقبال کا نقطۂ نظر غیر موثر یا غلط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے بعض یونیورسٹیوں کے نصابات میں مطالعۂ اقبال سے بے نیازی کے رجحان کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ درسیات پاکستان میں بہت سی خامیوں کا سبب، منصوبہ بندی کا فقدان ہے۔ ان کے بقول: "یوں محسوس ہوتا ہے کہ اقبال کا کلام محض خیر و برکت کے لیے شامل کیا جا رہا ہے۔" دراصل بے ہنگم اور غیر مربوط انداز میں کام کرنے کے رجحان نے ہمارے ہاں ایک مستقل معاشرتی رویے کی صورت اختیار کر لی ہے۔

شاہد اقبال کامران نے اس پھیلے ہوئے موضوع کو سمیٹنے میں خاص محنت کی ہے۔ ۲۳ نکات پر مشتمل ان کے "نتائج تحقیق" موضوع پر ایک مجموعی تبصرہ بھی ہے، اور تحقیق کار کے تاثرات اور تجاویز نامہ بھی۔ یہاں ہم مقالے کی دو تین کمیوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اول: ملتان، پشاور اور سندھ کی جامعات میں ایم اے کی سطح پر تدریس اقبالیات کی تفصیل مہیا نہیں کی گئی۔ دوم: یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہماری انگلش میڈیم درسگاہوں میں تدریس اقبال کی کیا صورت ہے۔ سوم: یہ تذکرہ مفقود ہے کہ تدریسی تربیت کے نصابات (سی ٹی، بی ایڈ اور ایم ایڈ وغیرہ) میں مطالعہ اقبال کس حد تک اور کس انداز میں شامل ہے۔ امتحانی مقالہ تیار کرتے ہوئے تو (شاید وقت کی کمی کے باعث) یہ پہلو تشنۂ تحقیق رہ گئے، مگر اشاعت کے موقع پر یہ سروے مکمل کر لیا جاتا تو بہتر تھا۔ بہرحال اس کوتاہی کے باوجود اس مقالے کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ نصابات میں اقبالیات کی بہتر شمولیت اور تدریس کے لیے منصوبہ بندی اور حکمت عملی وضع کرنے کے سلسلے میں یہ رپورٹ ایک مفید بنیاد بن سکتی ہے۔

اقبال ریویو (مجلہ): مدیر، محمد ظہیر الدین احمد۔ ناشر: اقبال اکیڈمی، نارائن گوڈا

حیدر آباد ۵۰۰۰۲۹۔ صفحات کی تعداد متعین نہیں۔ قیمت: ۳۰ روپے فی شمارہ۔

افکار اقبال کی ترویج و اشاعت کے لیے بھارت میں کئی ادارے کام کر رہے ہیں۔ ان میں حیدر آباد دکن کی اقبال اکیڈمی کا نام اس لیے نمایاں حیثیت رکھتا ہے کہ یہ اکیڈمی کسی طرح کی سرکاری سرپرستی یا مدد کے بغیر، حیدر آباد کے چند مخلص اقبال دوستوں کے ایثار و تعاون اور پرخلوص کاوشوں سے چل رہی ہے۔

فروغِ اقبالیات کے لیے اکیڈمی مختلف سمتوں میں مفید اور قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ (مثلاً: اشاعت کتب کے ساتھ ساتھ اقبالیات، بچوں اور نوجوانوں کے تحریری و تقریری اور کوئز مقابلے، اقبالیات پر ایک بڑے، (غالباً بھارت میں سب سے بڑے) ذخیرہ کتب و رسائل پر مشتمل ایک عمدہ کتب

خانے کے ذریعے مطالعہ و تحقیق کی حوصلہ افزائی، اقبال نمایشوں اور مقامی طور پر اقبال مذاکروں کا انعقاد، قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں کا اہتمام وغیرہ)

اکیڈیمی "اقبال ریویو" کے نام سے اردو اور انگریزی میں، ایک سہ ماہی علمی اور تنقیدی مجلہ بھی شائع کرتی ہے۔ مالی مشکلات کی وجہ سے، یہ مجلہ کئی برس سے تعطل کا شکار تھا، اب اسے دوبارہ جاری کیا گیا ہے۔ دورِ نو میں مجلّے کے متعدد مفید شمارے سامنے آئے ہیں۔ نومبر ۱۹۹۳ میں اقبال کی معروف نظم "مسجد قرطبہ" پر گیارہ تنقیدی مقالوں کو یکجا کیا گیا ہے، اپریل ۱۹۹۴ کا شمارہ، جامعہ عثمانیہ کے علمی مجلّے میں شائع شدہ مضامینِ اقبالیات پر مشتمل ہے۔

"اقبال ریویو" کے مختلف شماروں سے بھارت میں اقبال شناسی کے معیار و منہاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ بحیثیت مجموعی، مجلّے کے مقالہ نگاروں کے ہاں راست فکری اور افہام و تفہیم کا زاویہ نمایاں ہے اور یہ احساس بھی کہ عصری تناظر میں ان کے لیے، اقبال کے ہاں ایک معنویت موجود ہے۔ مقالات کا معیار اطمینان بخش ہے۔ اقبال پر پاکستانی مطبوعات بہت کم تعداد میں بھارت پہنچتی ہیں، اس اعتبار سے "اقبال ریویو" کی اشاعت، اقبالیات کے لیے فال نیک کی حیثیت رکھتی ہے۔

رواداری اور دینی غیرت : از ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری۔ ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ننکانہ صاحب، ضلع شیخوپورہ۔ صفحات ۸۸۔ قیمت درج نہیں۔

ایک اہم انسانی قدر کے طور پر، رواداری کی صفت، اسلام کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ مسلمان حکومتوں نے غیر مسلموں سے ہمیشہ بہت فیاضانہ سلوک کیا۔ اسلامی تاریخ میں رواداری کی زریں مثالیں اور حقوقِ انسانی کی پاسداری کی عظیم الشان روایات ملتی ہیں۔ مصنف کو شکوہ ہے (اور ایک حد تک بجا ہے) کہ دینی حمیت اور اسلامی غیرت میں کمی واقع ہو جانے کے نتیجے میں، رواداری کے مسئلے پر ہمارے ہاں توازن برقرار نہیں رہا۔ انھوں نے پاکستان کے ۵۶ء۱ فیصد عیسائیوں اور ۱۲ء فیصد قادیانیوں کے بارے میں، پاکستانی حکومت اور عوام کی فراخ دلی پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں : "کوئی نہیں جانتا کہ یہاں چیف جسٹس سے لے کر وزرا تک، سول حکمرانوں سے لے کر افواج پاکستان تک، تمام کلیدی عہدوں پر اقلیتیں ہمیشہ براجمان رہی ہیں۔ کسی شعبہ زندگی میں ان سے کوئی تعصب نہیں برتا گیا۔" مگر مذکورہ اقلیتوں کا رویہ بہت افسوس ناک اور جارحانہ ہے۔ عیسائی "بلامبالغہ ہزاروں مسلمانوں کو عیسائی" بنا چکے ہیں، اور قادیانی اقلیت کا رویہ تو ان سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ بقول مولف : "پاکستان کی سب سے چھوٹی، مگر اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سب سے زیادہ فعال اور خطرناک مشنری اقلیت" نے

"ہمیشہ ملک عزیز کے آئین اور قوانین کا نہ صرف مذاق اڑایا، بلکہ انھیں سرے سے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عدالت عظمیٰ اور عدالت عالیہ کے وقار کو بھی شدید مجروح کیا، مگر ہماری حکومت اور عوام کی فیاضی اور رواداری نے انھیں کھلی چھوٹ دے رکھی ہے"۔ مصنف نے اس ضمن میں تفصیلی کوائف پیش کرتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اب یہ اقلیتیں، گستاخ رسول ﷺ کا قانون ختم کرانے کی فکر میں ہیں۔ مصنف نے زیر بحث موضوع پر ہر مکتب فکر کے علما و مصنفین کی آرا سے استشہاد کیا ہے۔ کتاب کا بیشتر حصہ اقتباسات پر مشتمل ہے۔ مصنف کی اپنی تحریر میں استدلال کم ہے، اور جذباتی قسم کی خطابت زیادہ، حالانکہ زیر بحث موضوع غیر جذباتی اور سنجیدہ لب و لہجے کا متقاضی تھا۔ (رفیع الدین ہاشمی)

انیسویں صدی کی چند نامور مسلم شخصیات۔ از: ڈاکٹر احمد امین مصری۔ مترجم: شیخ نذیر حسین۔ ناشر: ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور ۱۸۔ صفحات ۲۹۴۔ قیمت درج نہیں۔

ڈاکٹر احمد امین مصری کی خود نوشت سوانح "حیاتی"، "سرگذشت حیات" کے نام سے اردو میں ترجمہ ہو کر قارئین کے لیے سامانِ بصیرت فراہم کر چکی ہے۔ "حیاتی" کا اردو ترجمہ شیخ نذیر حسین صاحب نے کیا تھا۔ اب انھوں نے ڈاکٹر احمد امین کی ایک اور اہم کتاب "زعماء الاصلاح فی مصر الحدیث" کا اردو ترجمہ "انیسویں صدی کی چند نامور مسلم شخصیات" کے عنوان سے پیش کیا ہے، جس میں مصنف نے اطرافِ عالمِ اسلام سے شیخ محمد بن عبدالوہاب، مدحت پاشا، سید جمال الدین افغانی، سر سید احمد خان، سید امیر علی، خیر الدین پاشا تونسی، علی مبارک پاشا، عبداللہ ندیم، سید عبدالرحمٰن الکواکبی اور شیخ محمد عبدہ کا انتخاب کیا ہے۔

مختلف شخصیات کے تذکرے میں مختصراً ان کے سوانح، افکار اور خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے، جس کے ساتھ ساتھ مصنف کی تنقیدی آرا بھی واضح ہوتی جاتی ہیں۔ سوانح، افکار اور خدمات کے بیان میں کسی حد بندی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا بلکہ مصنف کی معلومات اور ان کے تنقیدی خیالات، ہر شخصیت کے ذکر میں، اس ضمن میں تغیر کو روا رکھے ہوئے ہیں۔ مصنف کی بعض آرا کی صراحت اور بعض سے اختلاف کے لیے، مترجم نے ہر باب کے آخر میں کچھ مختصر حواشی ایزاد کر دیے ہیں جن سے مترجم کی آرا بھی معلوم ہوتی جاتی ہیں۔ غیر مصری شخصیات کے بارے میں ڈاکٹر احمد امین کی معلومات حیران کن حد تک وسیع ہیں تاہم جغرافیائی دوری کے باعث، قدرتی طور پر ان کے تذکرے میں کچھ محلِ نظر امور بھی راہ پا گئے ہیں جنھیں نظر انداز بھی کیا جا سکتا۔ جہاں تک خاص جغرافیائی مباحث کے علاوہ قوموں کی اجتماعی تقدیر

سے وابستہ افکار کا تعلق ہے، مصنف نے بہت خوبی سے اپنی ممدوح شخصیت کے ہاں ان کا کھوج لگایا ہے۔ مثلاً: سر سید احمد خان کے ذکر میں مصنف نے ان کا یہ قول باہتمام نقل کیا ہے: "مغرب کی ترقی کا راز یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں نے علوم و فنون اپنی زبان میں حاصل کیے ہیں' اگر انگلستان کا ذریعہ تعلیم لاطینی یا یونانی یا عربی یا فارسی زبان ہوتا، تو اہل انگلستان بھی ہندستانیوں کی طرح جاہل رہ جاتے۔"

کتاب کے آغاز میں مصنف کا جو مختصر مقدمہ درج ہے، وہ عالم اسلام کی فکری بلندی و پستی کا ایک مختصر اور جامع جائزہ پیش کرتا ہے، جس پر مترجم اور ناشر کی تحریروں نے اضافہ کر دیا ہے۔

شخصیات کے مفصل تذکروں کے علی الرغم، بعض مقامات پر تشنگی کا احساس بھی ہوتا ہے، مثلاً: سید جمال الدین افغانی کے باب میں مصنف نے اخیر عمر میں ماسونیوں سے ان کے انسلاک کو تسلیم کیا ہے لیکن اس کے عواقب و نتائج پر کھل کر بات نہیں کی۔ کیا اچھا ہوتا اگر مصنف محترم اس حیران کن پہلو پر تفصیل سے کلام کرتے' تاہم مجموعی طور پر کتاب متوازن اور معلومات افزا ہے۔ (زاہد منیر عامر)

اسلام اور معاشی ترقی: از پروفیسر خواجہ نسیم شاہد۔ ناشر: ادارہ تعلیمی تحقیق، مزنگ لاہور۔ صفحات ۱۲۰۔ قیمت ۳۹ روپے۔

معاشی ترقی ایک اندھی قوت ہے۔ اس کا انتہائی پیچیدہ اور ہمہ گیر عمل صرف معاشی ڈھانچے کو ہی متاثر نہیں کرتا بلکہ اعتقادی اور اخلاقی ڈھانچوں کو بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اسے آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ضروری ہے کہ معاشی ترقی کے عمل کو سمجھا جائے اور ترقیاتی حکمتِ عملی کو اسلامی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ سات مقالات کے اس مجموعے میں نسیم شاہد نے اسی (متذکرہ بالا) امر کی کوشش کی ہے اور بہت خوب کوشش کی ہے، ذہن صاف کیے ہیں اور لائحہ عمل کو واضح کیا ہے۔ پروفیسر خورشید احمد کے دیباچے میں اسلامی معاشیات کے حوالے سے مفید معلومات (اسلامی معاشیات پر ۴ کتابیات، ۲۰ سے زائد جامعات میں اسلامی معاشیات کی بطور مضمون تدریس، ۱۲ غیر سودی بین الاقوامی بنک) بھی ہیں اور کتاب کی قدر و قیمت پر ان کی رائے کا اظہار بھی۔ سلیس زبان میں ہر تعلیم یافتہ شخص کے عام مطالعے کے لیے یہ ایک مفید کتاب ہے۔ اسے انٹر اور بی اے کے معاشیات کے طلبہ کے "لازمی مطالعے" میں شامل ہونا چاہیے۔ ہماری رائے میں اس نوعیت کی کتاب، بہتر معیار طباعت پر ۲۵ روپے میں فراہم ہونی چاہیے۔ نشر و اشاعت کے جدید طریقوں کو کام میں لاتے ہوئے ایک دو سال کے اندر ایسی کتاب کے ۵، ۵ ہزار کے دو تین ایڈیشن نکالنا کچھ ایسا مشکل نہیں۔ ہمارے ناشرین کو اشاعتِ کتب کے اس پہلو پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ (مسلم سجاد)

محمد ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں : از آصف حسن- ناشر: شمع بک ایجنسی، نیو اردو بازار کراچی- صفحات ۶۴- قیمت ۹ روپے ۔

اس مختصر کتابچے میں متعلقہ موضوع پر متعدد اقتباسات فراہم کیے گئے ہیں- ایسی تحریروں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم عموماً رسول کریم ﷺ کو، اللہ کا رسول تسلیم نہیں کرتے، یعنی ان کے نزدیک آپ کا دعوئ نبوت جھوٹا تھا- اس لیے ان کے تعریفی کلمات میں بھی زہر گھلا ہوتا ہے اور یہ زہرفشانی بڑی چابک دستی سے کی جاتی ہے-

---

صلوٰۃ النبیؐ : از مولانا محمد یوسف قریشی- ناشر: موتمر المصنفین جامعہ اشرفیہ، چارسدہ روڈ، پشاور- صفحات ۹۶- قیمت ۱۰ روپے ۔

۶۳ احادیث کی روشنی میں ترتیب کے ساتھ نماز سے متعلق ضروری امور بیان کیے گئے ہیں- "فاضربوہ" کا ترجمہ "مار مار کر پڑھاؤ" محلِ نظر ہے-

---

قافلۂ حق : از ابن عبدالشکور- ناشر: دعوتِ اسلام سنٹر، بنگلور، بھارت- صفحات ۳۲- قیمت ۴ روپے-

تجدید واحیائے دین کے لیے تحریکِ مجاہدین اور جماعتِ اسلامی کی خدمات کا مختصر تذکرہ-

وضاحت

۱- ترجمان القرآن میں ترجیحاً دینی اور علمی کتابوں پر تبصرے شائع کیے جاتے ہیں-

۲- تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں-

۳- تبصرے کے لیے مطبوعات براہ راست : مدیر ترجمان القرآن منصورہ' لاہور ۵۴۵۷۰ کو بھیجی جائیں-